رسائل و مسائل

حیاتِ برزخ

سوال: تفہیم القرآن کا مطالعہ کر رہا ہوں، الحمد للہ بہت اچھے طریقے سے مضامین قرآن مجید ذہن نشین ہو جاتے ہیں لیکن بعض مواقع پر کچھ اشکال محسوس ہوئے ہیں۔ ان کو پیشِ خدمت کیے دیتا ہوں، براہِ کرم ان کا حل تجویز فرما کر مرحمت فرمائیں۔ یہ چند معروضات اس لیے ارسال کر رہا ہوں کہ میں نے آپ کی تصنیفات میں سے رسائل و مسائل حصہ اول و دوم اور تفہیمات حصہ اول و دوم کو بہ نظرِ غائر دیکھا ہے۔ ان میں آپ نے جن آیات اور احادیث پر قلم اٹھایا ہے ان کے مفاہیم کو دلائل سے واضح فرمایا ہے۔ بنا بریں میں امید کرتا ہوں کہ میرے پیش کیے ہوئے گذارشات کو بھی دلائل سے بیان فرما کر میری تشفی فرمائیں گے۔

(۱) سورۂ یونس کی آیت فکفیٰ باللہ شہیداً بیننا و بینکم ان کنا عن عبادتکم لغٰفلین کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "یعنی وہ تمام فرشتے۔۔۔الخ اور وہ تمام جن اور ارواح اسلاف و اجداد، انبیاء، اولیاء، شہداء وغیرہ جن کو خدائی صفات میں شریک ٹھیرا کر وہ حقوق انہیں ادا کیے گئے جو دراصل خدا کے حقوق تھے وہاں اپنے پرستاروں سے صاف کہہ دیں گے کہ ہمیں تو خبر تک نہ تھی کہ تم ہماری عبادت بجا لا رہے ہو۔ تمہاری کوئی دعا، کوئی التجا، کوئی پکار اور فریاد، کوئی نذر و نیاز، کوئی چڑھاوے کی چیز، کوئی تعریف و مدح اور ہمارے نام کی جاپ اور کوئی سجدہ ریزی و آستانہ بوسی و درگاہ گردی ہم تک نہیں پہنچی"۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جتنے لوگ مر چکے ہیں، خواہ وہ انبیاء علیہم السلام ہوں یا اولیاء کرام ہوں، وغیرہ، ان کے مزاروں اور قبروں پر لوگ جا کر چیخیں چلائیں اور حاجات کے لیے پکاریں وہ اس سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں اور کچھ نہیں سنتے، اور اس مضمون پر بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں، مثلاً سورۂ نحل والقوا الیہم القول انکم لکاذبون میں بھی آپ نے تصریح فرمائی ہے۔ اور انک لا تسمع الموتیٰ ۔ وما انت بمسمع من فی القبور، ان تدعوھم

لا یسمعوا دعاءکم۔ ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ وھم عن دعائھم غافلون۔ لیکن جب حدیث کی طرف نظر پڑتی ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مردے سنتے ہیں اور زیارت کرنے والے کو پہچان لیتے ہیں اور سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر ذہن قلق و اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے اور کوئی صحیح مطلب برآری نہیں کر سکتا اور نہ کوئی صحیح تاویل سمجھ میں آتی ہے۔ لہٰذا اس مضمون کی چند حدیثیں پیش خدمت کرتا ہوں، براہ کرم ان حدیثوں کا مطلب بیان فرما کر عقدہ کشائی فرماویں۔

(۱) مقتولین بدر سے حضور علیہ السلام کا الیس قد وجدتم ما وعد کم ربکم حقاً فرمانا اور حضرت عمرؓ کا یہ کہنا "یا رسول اللہ! ما تکلم من اجساد لا ارواح لھا اور حضور کا ارشاد فرمانا ما انتم باسمع لما اقول منھم صاف دلالت کرتا ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ اس حدیث کی تاویل جو حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اس کی رُو سے حضرت عمرؓ کے سوال اور حضور کے جواب میں کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔

(۲) اخرج ابن عبد البر وقال عبد الحق اسنادہ صحیح عن ابن عباس مرفوعاً، ما من احد یمر بقبر اخیہ المؤمن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ۔

(۳) فی الصحیحین من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالھم

دوسری چیز جو قابلِ توضیح ہے وہ یہ ہے کہ سورۂ نحل کی اس آیت وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون، اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے کہ یہاں جن بناوٹی معبودوں کی تردید کی جا رہی ہے وہ فرشتے یا جن یا شیاطین یا لکڑی پتھر کی مورتیاں نہیں بلکہ اصحاب قبور ہیں اور کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ لامحالہ اس آیت میں اَلَّذِیْنَ یدعون من دون اللہ سے مراد انبیاء، اولیاء، شہداء، صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہیں۔ الخ۔

اب عرض یہ ہے کہ سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے شہداء کو موتی کہنے کی نہی فرمائی ہے، ارشاد موجود ہے :۔ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ، اسی سورۃ میں اللہ تعالیٰ

نے شہداء کو اموات غیر احیاء کیوں کہا؟ بظاہر آپ کی تشریح کے لحاظ سے ان دونوں آیتوں میں تضاد معلوم ہوتا ہے۔

"اموات غیر احیاء" کے عموم میں آپ نے انبیاء علیہم السلام کو بھی داخل کیا ہے حالانکہ بہت سی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں، وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں، سلام سنتے اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں (۱) الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون (۲) مررت بموسیٰ وھو قائم یصلی فی قبرہ (۳) من صلیٰ علی عند قبری سمعتہ ومن صلیٰ علیّ نائیا ابلغتہ ۔ حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ بعد از وفات حضور کے ہونٹوں میں حرکت ہوتی اور جنازہ میں کلام فرمایا کہ: یا ابلیس وما یا ابلیس سوف تعلمون۔ اور قبر میں کلام فرمایا جس کو بعض اصحاب نے سنا۔ یہ تو وفات کے بعد فوری بات تھی کہ روح نے جسم کو کلیۃً نہیں چھوڑا تھا لیکن بعد میں تا حشر بھی روح کا وہی تعلق بدن سے قائم رہے گا۔ نیز بزرگوں کے اعمال کو چھوڑ دیئے۔ مذکورہ بالا تین حدیثیں آپ کی تفسیر کے خلاف پڑتی ہیں، براہ کرم ان کی تشریح کیجیے۔

جواب: آپ نے جس اشکال کا ذکر کیا ہے وہ بظاہر تو بہت پیچیدہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن تھوڑا سا غور کرنے پر ساری پیچیدگی رفع ہو جاتی ہے۔ موت کے متعلق یہ بات تو عقل عام اور مشاہدے سے معلوم و معروف ہے کہ وہ جسم اور روح کے درمیان اُس تعلق کے انقطاع کا نام ہے جو عرف عام میں زندگی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس معنی میں عام انسانوں کی طرح انبیاء، اولیاء اور شہداء سب نے وفات پائی ہے۔ اور خود شریعت بھی ان کو دفن کرنے کی اجازت دیتی ہے، ان کا ترکہ تقسیم کرتی ہے (رہا انبیاء کے معاملہ میں تقسیم ترکہ کو منع کرتی ہے) ان کی بیواؤں کے نکاح ثانی کو جائز رکھتی ہے (رہا انبیاء کی حد تک اس کو حرام کرتی ہے نہ اس بنا پر کہ ان کے شوہر زندہ ہیں بلکہ اس بنا پر کہ ان کی حیثیت امت کے لیے بمنزلہ ماں کے ہے)، اور ان کے لیے موت، یا قتل، یا وفات کے الفاظ استعمال کرتی ہے۔ اب لامحالہ جو زندگی ان کے لیے ثابت ہے وہ زندگی کے معروف معنی سے مختلف ہے۔ اس حقیقت کو نگاہ میں رکھ کر جب آپ قرآن اور حدیث کے بیانات پر غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس زندگی سے مراد بہر حال برزخی زندگی ہی ہے خواہ اس کے مدارج ہر ایک گروہ

کے لیے کتنے ہی الگ ہوں، اور وہ موت جس کا ان کے حق میں انکار کیا گیا ہے وہ موت بمعنی فنا اور عدم ہے نہ کہ موت بمعنی معروف۔

اس برزخی زندگی کی نوعیت، جیسا کہ میں نے اوپر اشارہ کیا، ہر ایک گروہ کے حق میں الگ ہے۔ ایک زندگی کفار و فجار کی ہے، مگر وہ حوالاتیوں کی سی زندگی ہے جس میں ان کے لیے عذاب ہی عذاب ہے، انعام و اکرام کا کوئی پہلو اس میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی سنواتا ہے مگر کوئی خوشخبری نہیں بلکہ اس طرح کی باتیں جیسی کہ مقتولینِ بدر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنوائیں تاکہ ان کے الم میں اور اضافہ ہو۔ ان میں سے اگر کچھ لوگ دنیا میں پوجے جاتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کی سماعت کا کوئی موقع ان کو نہیں دیتا تاکہ اس سے وہ کوئی راحت نہ پا سکیں۔ بخلاف اس کے انبیاء اور اولیاء اور شہداء و صالحین کی زندگی عالی قدر مہمانوں کی سی زندگی ہے جو فیصلۂ آخرت سے پہلے ہی میزبانی کے نعائم سے سرفراز ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے لیے راحت اور لُطف کے سامان فراہم کر رہا ہے اور تکلیف دینے والی ہر چیز سے ان کو محفوظ رکھ رہا ہے۔ انہیں جو کچھ سننے کا موقع دیا جاتا ہے وہ اہلِ دنیا کے سلام و درود ہیں، نہ کہ وہ مشرکانہ باتیں جو جہلاء اُن کے بارے میں کرتے ہیں، کیونکہ وہ ان کو رنج ہی پہنچانے والی ہونگی نہ کہ خوش کرنے والی۔

اس تشریح کے بعد مجھے امید ہے کہ آپ کو آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کے درمیان کوئی تعارض محسوس نہ ہوگا۔ دونوں جگہ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف پہلو بیان ہوئے ہیں، مگر چونکہ ان کی درمیانی کڑی کہیں تصریحات میں مذکور نہیں ہے اس لیے بظاہر ان میں تعارض نظر آتا ہے۔ تمام بیانات کو جمع کر کے بغور پڑھا جائے تو درمیانی کڑی انہی کے بین السطور سے مل جاتی ہے اور ظاہری تعارض رفع ہو جاتا ہے۔

"ترجیحی حصص"

سوال۔ بندہ کالونی ٹیکسٹائل مل کا حصہ دار ہے۔ ہر سال منافع کی رقم وہی آتی رہی ہے جو پہلے سال آئی تھی۔ اس وجہ سے میں نے مل مذکور کے دفتر سے معلوم کیا کہ کیا وجہ ہے کہ منافع ایک ہی رقم پر موقوف ہے۔ جواب ملا "آپ کے ترجیحی حصص" ہیں۔ ترجیحی حصص پر خسارہ کا کوئی امکان نہیں۔ ان پر ہمیشہ ایک ہی مقررہ

منافع ملتا رہے گا۔ میرے خیال میں یہ منافع سود ہے۔ براہِ نوازش اپنی رائے سے مطلع فرمادیں تاکہ سود ہونے کی صورت میں حصص فروخت کرکے جان چھڑاؤں۔

جواب۔ اس نوعیت کے حصے بلاشبہ سود کی تعریف میں آتے ہیں۔ آپ یا تو ان حصوں کو فروخت کردیں یا ان کو اُس نوعیت کے حصوں میں تبدیل کرالیں جن میں مقررہ منافع کے بجائے متناسب منافع ملتا ہے۔

سورۂ عنکبوت کی دو آیتیں

سوال۔ سورۂ عنکبوت میں دو آیتیں ایسی ملیں کہ جن کے معنی میری سمجھ میں نہیں آئے میرے پاس جو قرآن پاک کی تفسیر ہے اُس میں بھی اُن کی وضاحت نہیں ملی، لہٰذا آپ کی دینی بصیرت سے اُمید قوی ہے کہ اب اُن کی تفصیل سے آگاہ فرماکر مشکور و ممنون فرمائیں گے

(۱) سورۂ عنکبوت آیت ۵۰ میں اس طرح ارشاد ہوتا ہے

وَقَالُوا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

اور کہتے ہیں (منکر) کہ کیوں نہ آتریں اُس پر کوئی نشانیاں اُس کے رب سے۔ (آپ) کہہ دیجیے کہ نشانیاں تو ہیں اختیار میں اللہ کے اور میں تو بس سُنادینے والا ہوں کھول کر۔

مندرجۂ بالا قرآنی آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمائے۔ معجزات حضورؐ کو عطا نہ کرنے کی جو وجوہات قرآن پاک میں درج ہیں وہ اپنی جگہ بالکل درست ہیں۔ مگر کیا اس سے حضور رسالت مآب کی شانِ مبارک میں فرق نہیں آتا کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو نشانیاں اور معجزات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے کہ جن کی شہادت قرآنِ پاک خود دے رہا ہے، اور حضور علیہ السلام کو اس سے بالکل جواب دے دیا۔

سیرتِ نبویہ میں حضور کے بہت سے معجزات درج ہیں۔ مثلاً معجزۂ شق القمر۔ تھوڑے سے تھوڑے کھانے سے جماعتِ کثیر کا سیر ہوجانا۔ کنکریوں کا کلمۂ شہادت پڑھنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب بظاہر

قرآنی شہادت کی بنا پر غلط معلوم ہو رہے ہیں۔

(۲) سورۂ عنکبوت آیت ۲۷ میں یوں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ... الخ

اور دیا ہم نے ابراہیم کو اسحٰق و یعقوب اور رکھی اُس کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب۔

یہاں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بالکل چھوڑ دیا۔ حالانکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے اس لیے سب سے پہلے اُن کا نام نامی آنا چاہیے تھا کہ جن کی نسل مبارک میں آگے چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز ہوئے۔

جواب۔(۱) قرآن مجید میں یہ بات متعدد مقامات پر بیان ہوئی ہے کہ کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزے کا مطالبہ کرتے تھے اور اس مطالبے کا جواب بھی قرآن میں کئی جگہ دیا گیا ہے ان سب مقامات پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے سوا کوئی معجزہ دلیلِ نبوت کے طور پر نہیں دیا گیا۔ یہ مطلق معجزے کی نفی نہیں ہے بلکہ ایسے معجزے کی نفی ہے جس کو اللہ اور اس نے رسولؐ نے نبوت کی علامت اور دلیل کی حیثیت سے پیش کیا ہو، اور جسے دیکھ لینے کے بعد انکار کرنے سے عذاب لازم آتا ہو۔

(۲) حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوبؑ کے عطا کیے جانے کا ذکر بھی قرآن میں کئی جگہ آیا ہے مثلاً سورۂ انعام آیت ۸۵، سورۂ مریم آیت ۵۰، اور سورۂ انبیاء آیت ۷۲۔ ان سب مقامات پر حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر نہ ہونے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ مواقع غیر معمولی انعام کی شان بیان کرنے کے ہیں اور یہ شان اولادِ ابراہیمی کی اُس شاخ میں پائی جاتی تھی جو حضرت اسحاق سے چلی۔ حضرت اسمٰعیل سے جو شاخ چلی اس نے ڈھائی ہزار سال بدویت کی زندگی میں گزار دیئے۔ اس کے اندر کوئی قابلِ ذکر شخصیت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک پیدا نہ ہوئی۔ بخلاف اس کے حضرت اسحٰقؑ سے جو شاخ چلی اس میں بکثرت انبیاء پیدا ہوئے اور اس کے بڑے کارنامے تاریخ میں موجود تھے۔